یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے روز مطبع اہلحدیث امرتسر سے چھپ کر شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۵۲

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہل حدیث کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

۱۔ قیمت بہرحال پیشگی آنی چاہیئے

۲۔ بیرنگ خطوط وغیرہ واپس ہونگے

۳۔ مضامین مرسلہ بشرط پسند بعینہ درج ہونگے۔ مگر ناپسند واپس کرنیکا وعدہ نہیں

اخبار اہل حدیث

ہے نبی کی مصطفیٰ کی گفتار ۔ مت دیکھ کسی کا قول و کردار

جس نے پایا ہمیں ... کہاں سے کون لایا؟

نمبر ۴۶ ۞ جلد ۵

شرح قیمت اخبار

گورنمنٹ عالیہ سے سالانہ .... عہ

والیان ریاست سے ..... سے

رؤسا و جاگیرداروں سے .... للعہ

عام خریداروں سے ۲

ایضاً ششماہی .... عہ

ممالک غیر سے سالانہ ۵ شلنگ

ایضاً ششماہی .... ۳ شلنگ

اجرۃ اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت فیصلہ ہو سکتا ہے

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام مالک و مطبع اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہیئے

امرتسر ۔ مورخہ ۱۲ شعبان ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۰۸ عیسوی ۔ یوم الجمعہ

علامہ ابن تیمیہ حرانی

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

نام و نسب و ولادت — احمد نام ۔ عرف ابن تیمیہ ۔ تقی الدین لقب ۔ سلسلۂ نسب یہ ہے[1] احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ بن تیمیۃ الحرانی ۔

دمشق کے علاقہ میں حران ایک مقام کا نام ہے ان کے اباو اجداد وہیں کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا محمد بن خضر کی والدہ کا نام تیمیہ تھا۔ وہ نہایت قابل تھیں۔ اور وعظ کہا کرتی تھیں۔ علامہ موصوف انہیں کی طرف منسوب ہو کر ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ علامہ کے خاندان میں سات آٹھ پشت سے درس و تدریس کا مشغلہ چلا آتا تھا اور سب لوگ علم و فن میں ممتاز گذرے۔ علامہ کے والد عبدالحلیم بہت بڑے عالم تھے۔ فن حدیث میں ان کو کمال حاصل تھا

علامہ موصوف دوشنبہ کے دن ۱۰ ربیع الاول سنہ ۶۶۱ھ میں بمقام حران پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ تاتاری بغداد کو غارت کرکے شام کی طرف پھیل رہے تھے۔ ملک کے ملک برباد کرتے جاتے تھے۔ علامہ کے والد اسی پریشانی میں راتوں رات کو جبکہ تمام خاندان کے ساتھ حران سے نکلے۔ الگ الگ سواری کا بندوبست نہ تھا سب کے سب ایک گاڑی میں بیٹھے۔ کتابیں بھی اسی گاڑی میں بار کرلیں تاتاری بھی تعا[قب]

[1] علامہ ابن تیمیہ کے حالات اگرچہ اکثر کتابوں میں مذکور ہیں لیکن طبقات الحنابلہ میں جب ابن رجب حنبلی موجود علامہ موصوف کے شاگرد ہیں ان کا حال بالتفصیل لکھا ہے ذیل الحنابلہ ابن طبقات الحنابلہ میں ہم نے جو صفحات ہیں حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں نہایت دلچسپ مفصل حالات لکھے ہیں لیکن جو نسخہ ہمارے پاس ہے نہایت غلط تھا۔ اسلئے اکثر جگہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکا

حمائل شریف مترجم ۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم خوشخط چہوٹی تقطیع ۔ قیمت عہ ۔ المشتہر منیجر

میں تھے لیکن خدا نے بچا لیا اور گرتے پڑتے دمشق پہنچ گئے۔ یہ ۶۶۷ھ کا واقعہ ہے اسوقت علامہ کی عمر ۷ برس کی تھی۔ علامہ نے والد کے اشارہ سے دمشق میں علم کی تحصیل شروع کی۔ دس برس کی عمر نہیں ہونے پائی تھی کہ نحو۔ صرف۔ ادب وغیرہ سے فراغت حاصل کی۔ ۱۷ برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے فتوے دینے کے قابل ہو گئے۔ تصنیف و تالیف بھی اسی عمر میں شروع ہو گئی۔ ۲۱ برس کی عمر میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ وہ متعدد مدارس میں مدرس تھے۔ ان کی بعد ان تمام مدرسوں میں باپ کا عہدہ ان کو ملا۔

علامہ موصوف نے جن اساتذہ سے علوم کی تحصیل کی انکی تعداد دو سو تک پہنچتی ہے جنمیں مشاہیر کے یہ نام ہیں۔ ابن ابی الیسر۔ کمال بن عبد۔ شمس الدین حنبلی۔ قاضی شمس الدین بن العطاء الحنفی۔ شیخ جمال الدین بن صیرفی۔ مجد الدین بن عساکر۔ یحیٰ بن مقداد۔ ابن ابی الخیر۔ ابن علان۔ ابوبکر ہروی۔ کمال عبد الرحیم۔ فخر الدین بن البخاری۔ ابن شیبان۔ شرف بن القواس۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان کے اساتذہ میں زینب بنت مکی جیسی فاضلہ خاتون تھیں۔ ۶۸۳ھ میں دار الحدیث سکریہ میں جو خاص فن حدیث کا درسگاہ تھا پہلا درس دیا۔ اس درس میں بڑے بڑے علما اور فضلا استفادہ کی غرض سے شریک ہوئے۔ چنانچہ قاضی القضاۃ بہاء الدین۔ شیخ تاج الدین فزاری۔ زین الدین بن مرحل۔ شیخ زین الدین بن منجا تک شریک تھے۔ علامہ نے صرف بسم اللہ کے متعلق اسقدر نکات اور دقائق بیان کیے کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ تاج الدین فزاری نے یہ تقریر حرف بحرف قلمبند کی۔ اسی زمانہ میں جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تفسیر پر ابتدا سے بترتیب درس دینا شروع کیا۔ یہ درس اس قدر مفصل اور بسیط ہوتا تھا کہ سورہ نوح کی تفسیر کئی برس میں تمام ہوئی۔

ان کے علم و فضل کا شہرہ اس قدر عام ہو جاتا تھا کہ سنہ ۶۹۰ھ سے پہلے جبکہ ابھی ان کی عمر ۳۰ برس کو بھی نہ پہنچی تھی۔ قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن انہوں نے انکار کیا۔

۶۹۱ھ میں حج کو گئے۔ اور جب واپس آئے تو تمام ملک میں ان کے فضل و کمال کا سکہ جم چکا تھا لیکن اس حسن قبول کے ساتھ مخالفت کا سامان بھی جمع ہوتا جاتا تھا۔ اسلامی فرقوں میں اشعری اور حنبلی آپس میں حریف مقابل تھے۔

امام رازی نے اشاعرہ کے مذہب کو اس قدر اعلا و روشن کر دیا تھا کہ حنبلی مذہب گویا گم ہو چکا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ حنبلی تھے اور ان کے نزدیک حنبلیوں ہی کی رائے صحیح تھی۔ اسلئے انہوں نے دلیری سے ان خیالات کا اظہار کیا۔ ۶۹۸ھ میں ایک استفتاء انکے پاس اسکے متعلق آیا۔ انہوں نے دو تین گھنٹہ میں اسکا لمبا چوڑا جواب لکھا جو حمویہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں نہایت تفصیل سے اشعریوں کی غلطی ثابت کی۔ یہ پہلا دن تھا کہ ان کی عداوت اور مخالفت کی صدا بلند ہوئی۔ فقہا نے ان سے جاکر بحث کی۔ لیکن قاضی امام الدین قزوینی ان کے طرفدار ہو گئے۔ اور کہا کہ جو شخص علامہ کے مخالف کوئی بات کہیگا میں اسکو سزا دونگا۔ تاہم شورش یہاں تک بڑھی کہ قاضی حنفی نے منادی کرا دی کہ ابن تیمیہ فتوے نہ دینے پائیں۔ لیکن حکام میں سے ایک صاحب انہوں نے علامہ کی طرفداری کی اور وہ فتنہ فرو ہو گیا۔

۷۰۵ھ میں یہ فتنہ پھر سے زور شور سے اٹھا۔ یہاں تک کہ شاہی حکم آیا کہ عقائد اہل سنت اور علما و فضلاء کے مجمع میں علامہ کا اظہار لیں۔ غرض ۸ رجب ۷۰۵ھ کو تمام قضاۃ اور علماء ایوان شاہی میں جمع ہوئے۔ اور علامہ کو بلوا بھیجا۔ وہ اپنی تصنیف عقیدہ واسطیہ ہاتھ میں لے کر آئے اور اسکو پڑھنا شروع کیا تین جلسوں میں پوری کتاب ختم ہوئی۔ پھر ۷ شعبان ۷۰۵ھ کو مناظرہ کی مجلس منعقد ہوئی اور علامہ صفی الدین ہندی مناظرہ مقرر ہوئے۔ پھر کسی وجہ سے انکے بجائے کمال زملکانی جو مشہور محدث تھے اس خدمت پر مامور ہوئے۔ بالآخر سب نے تسلیم کیا کہ علامہ کے عقائد اہل سنت کے عقائد ہیں۔ چند روز کے بعد شاہی فرمان آیا کہ علامہ پر جو الزام لگائے گئے تھے غلط تھے۔ حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں لکھا ہے کہ علامہ نے اقرار کیا کہ میرے عقائد امام شافعی کے عقائد ہیں۔

۲۲ رجب ۷۰۵ھ کو علامہ مزی نے بخاری کی کتاب افعال العباد کا درس جامع مسجد میں دیا۔ اس میں بعض شافعیوں کو خیال ہوا کہ اسکا روئے سخن ہماری طرف ہے چنانچہ قاضی شافعی سے جاکر شکایت کی۔ قاضی نے مزی کو قید کر دیا۔ علامہ ابن تیمیہ کو خبر ہوئی تو خود گئے اور زبردستی اسکو قید خانہ سے چھوڑا لائے۔ قاضی یہ سن کر قلعہ میں گئے کہ نائب السلطنت سے اسکی شکایت کریں۔ اتفاق سے علامہ بھی وہاں موجود تھے۔ دونوں میں گفتگو ہوئی اور درشت کلامی تک نوبت پہنچی۔ بالآخر نائب السلطنت نے رفع فساد کے لئے منادی کرا دی کہ جو شخص ان عقائد کا اظہار کریگا اسکو سزا

سلہ طبقات الحنابلہ ابن رجب ۲ ؂ سے طبقات الحنابلہ ابن رجب ۲

سلہ فوات الوفیات۔ (۲) درر کامنہ حالات ابن تیمیہ (۳) طبقات الحنابلہ ابن رجب (۴) درر کامنہ

جنید بیبرس کے بعد یہ فتنہ پھر اٹھا۔ امرائے دربار میں سے بیبرس جاشنگیر حکومت کا دایاں ہاتھ تھا اور وہ شیخ نصر منبجی کا نہایت معتقد تھا۔ شیخ نصر علامہ ابن تیمیہ اور اُن کے عقاید کے سخت مخالف تھے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ اس جرم پر قتل کرا چکے تھے انہوں نے بیبرس کو آمادہ کیا کہ علامہ دمشق سے قاہرہ میں طلب کئے جائیں چنانچہ ۱۲ رمضان ۷۰۵ھ کو ڈاک میں بیٹھکر دمشق سے قاہرہ میں آئے اور اُنکے دوسرے دن قلعہ میں دربار عام ہوا۔ قاضی ابن مخلوف مالکی حَکَم ہوکر بیٹھے۔ ایک شخص جسکا نام ابن عدلان تھا اُسنے اظہار دیا کہ ابن تیمیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا حرف اور الفاظ کے ذریعہ سے بولتا ہے اور اسکی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جا سکتا ہے

یہ سنکر اُسنے قاضی ابن مخلوف کی طرف دیکھا کہ کیا ایسا شخص قتل کا مستحق نہیں ہے۔ قاضی صاحب نے علامہ کی طرف خطاب کیا۔ علامہ نے خطبہ (لکیچر) کے طریقے پر جواب دینا چاہا۔ اسلئے پہلے حمد و ثنا شروع کی۔ قاضی نے کہا جلد جواب دو علامہ بولے کہ کیا حمد و ثنا نہ کروں۔ قاضی نے کہا اچھا وہ بھی ہوچکی۔ اب تو جواب دو علامہ چپ ہو رہے جب زیادہ اصرار ہوا تو انہوں نے کہا کہ حَکَم کون ہے۔ لوگوں نے قاضی صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ چونکہ وہ اشعری تھے۔ علامہ نے کہا یہ خود فریق مقدمہ ہیں حَکَم کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اسپر لوگ برہم ہوئے اور علامہ کو مجلس سے اٹھا دیا۔ علامہ کے بھائی شیخ شرف الدین بھی اس معرکہ میں موجود تھے وہ بھی علامہ کے ساتھ تھے۔ اور اُن کے مونہہ سے بد دعا نکلی۔ علامہ نے روکا اور کہا کہ یوں کہو اللّٰھم اھدھم

غرض قاضی مالکی کے حکم سے علامہ قلعہ کے قیدخانے میں بھیجے گئے لیکن جب قاضی صاحب کو معلوم ہوا کہ یہاں کسی کی روک ٹوک نہیں۔ لوگ علامہ سے بے تکلف ملتے جلتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ابن تیمیہ کا کفر ثابت ہوچکا ہے اسلئے فرض تو یہی تھا کہ وہ قتل کر دئیے جاتے۔ لیکن کم از کم قیدخانہ کی سختی تو ضرور ہے۔ غرض عید کے دن قلعہ سے منتقل ہوکر جُبّ یوسف میں جو نہایت تنگ و تاریک قیدخانہ ہے قید کئے گئے۔ اسی زمانہ میں ایک شاہی فرمان نافذ ہوا کہ جو شخص ابن تیمیہ کا ہمخیال ہوگا قید کر دیا جائے گا۔ یہ فرمان ابن شہاب محمود نے جامع مسجد میں جاکر پڑھا۔ حنبلی فرقہ کے لوگ ہر جگہ سے گرفتار ہوکر آئے اور اُن سے یہ اقرار لیا گیا کہ وہ شافعی العقیدہ ہیں ؎ ۔

؎ درر کامنہ ؎ کاش کہ یہ تفریق نہ ہوتی۔ (اہلحدیث)

قاہرہ میں حنبلیوں کو طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں کہ وہ ابن تیمیہ کے عقیدے سے باز آئیں عجیب بات یہ ہے کہ اس عام آشوب میں علامہ کی جنہوں نے حمایت کی وہ شمس الدین ابن الحریری تھے جو نہایت حنفی تھے انہوں نے ایک محضر لکھا جس میں یہ عبارت لکھی کہ تین سو برس سے ابن تیمیہ کا کوئی ہمسر نہیں پیدا ہوا اسی جرم میں شمس الدین کی معزولی کی کوشش کی گئی چنانچہ وہ اگلے سال معزول کر دیئے گئے ؎

اتفاق یہ کہ سالار جو سلطان ناصر کا دست و بازو تھا۔ علامہ کی حمایت پر آمادہ ہوا اُسنے تینوں مذہب کے فقہا کو جمع کیا اور خواہش کی کہ علامہ قید سے رہا کر دیئے جائیں فقہا نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ اگر وہ چند شرائط قبول کریں اور بعض عقاید سے باز آئیں تو البتہ اُن کی رہائی ہو سکتی ہے چنانچہ ان شرائط کے قبول کرنے کے لئے علامہ طلب کئے گئے۔ لیکن وہ نہ آئے۔ بار بار اُن کو پیغام بھیجا گیا لیکن اُن کو خیال کی آزادی کے مقابلہ میں اپنا قید ہونا گوارا تھا ؎

اس زمانہ کے واقعات کے متعلق ایک تحریر خود علامہ کی ہماری نظر سے گذری جس کا نام مناظرہ مصریہ ہے۔ اسکے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ ۷۰۷ھ میں دو نائب حاکم میرے پاس آئے کہ چل کر علماء کے سامنے اپنے عقاید کا ثبوت بیان کیجئے۔ میں نے کہا سال بھر سے تم لوگ میرے خلاف لوگوں کے بیان سنتے رہے اور مجھکو جواب کا موقع نہیں دیا۔ اب ایک دفعہ تنہا میرا بیان بھی سُن لو۔ پھر مجمع عام میں گفتگو ہوگی دونوں عہدہ دار واپس گئے اور یہ پیغام لائے کہ آپ کو مجبوراً آنا ہوگا میں نے انکار کیا۔ وہ لوگ واپس گئے۔ اور پھر یہ پیغام لائے کہ فلاں فلاں عقیدے سے باز آؤ میں نے اسکے جواب میں یہ رسالہ لکھا۔

لطیفہ جن دنوں علامہ قید میں تھے۔ باہر کے ایک رئیس نے علامہ کی صورت کا ایک آدمی دیکھا متعجب ہوکر پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اُسنے کہا ابن تیمیہ۔ رئیس کو نہایت تعجب ہوا۔ اُسنے ماردین کے رئیس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ رئیس ماردین نے بادشاہ مصر کو لکھا۔ لوگوں کو نہایت حیرت ہوئی۔ علامہ نے اس واقعہ کو ایک ضمنی موقعہ پر رسالہ الفرقان میں لکھا ہے ؎ اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ غالباً جن تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے علامہ کی عظمت و شان نے اُس رئیس کے دل میں ایک خیالی صورت پیدا کی جو مجسم ہوکر نظر آئی۔ جن کا خیال علامہ کی وہم پرستی ہے (جن کے وجود سے انکار نہیں۔ لیکن جن یوں صورت بدل کر لوگوں کے پاس آیا جایا نہیں کرتا)

غرض ڈیڑھ برس تک علامہ قید خانہ میں رہے۔ ان کے بھائی بھی ساتھ تھے

؎ درر کامنہ۔ ؎ طبقات و درر کامنہ۔ ؎ الفرقان مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۔

ahmadimuslim.de

معمول تھا کہ قیدیوں کو کھانا کپڑا حکومت کی طرف سے ملتا تھا لیکن علامہ نے عطیہ سلطانی سے بالکل انکار کیا اور فقر و فاقہ سے بسر کی[1]

ربیع الاول ۷۰۹ھ میں مہنا بن عیسٰی جو عرب کا مشہور رئیس تھا مصر میں آیا اور خود قیدخانہ جا کر علامہ کو چھڑا لایا۔ اسکے بعد متعدد جلسے منعقد کئے اور تمام علماء و فضلاء کو جمع کیا جس میں علامہ نے مسائل متنازعہ فیہ پر گفتگو کی۔ صاحب طبقات نے علامہ ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ علامہ نے قتل کے ڈر سے بعض مسائل میں اتفاق کیا۔ لیکن صاحب وفیات نے جو علامہ کا شاگرد ہے لکھا ہے کہ علامہ نے حریفوں کو زور استدلال سے مغلوب کر لیا بہرحال علامہ قیدخانہ سے نکلکر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ اور چند روز کے لئے اُن کو اطمینان نصیب ہوا

سلسلۂ سخن کے اتصال سے ہم بہت دور نکل آئے اور بیچ کے اہم واقعات جن میں علامہ نے ملکی معاملات انجام دیئے چھوٹ گئے۔ علامہ موصوف عام علماء کی طرح اپنا فرض صرف نماز روزہ ادا کرنا نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک مہمات سیاست میں دخل دینا بھی علماء کے فرائض میں داخل تھا۔ سنہ ۶۹۹ھ میں جب اُن کی عمر ۱۸-۱۹ برس کی تھی غازان خان بن ارغون خان نے شام پر حملہ کیا سلطان ناصر (بادشاہ مصر) اسکے مقابلہ کو نکلا۔ لیکن بڑے معرکے کے بعد شکست کھائی۔ غازان خان نے آگے بڑھکر حمص پر قبضہ کر لیا۔ اسکی آمد کی خبر سنکر دمشق میں اس قدر بدحواسی پھیلی۔ کہ عام غارت گری شروع ہوگئی۔ علامہ ابن تیمیہ یہ کیفیت دیکھکر خود غازان خان کے پاس گئے۔ اور اس سے امن کا فرمان لے کر آئے۔ عام لوگ تو سن کر مطمئن ہوگئے لیکن اہل فوج نے نہ مانا اور شہر کو لوٹنا شروع کر دیا علامہ ابن تیمیہ نے شیخ الشیوخ نظام الدین محمود کو لے کر شہر کا بند و بست اور امن و امان قائم کیا۔ پھر غازان سے جا کر ملاقات کی۔ اسکے بعد تاتاری فوجیں بیت المقدس وغیرہ پر بڑھیں۔ اور ہزاروں آدمی گرفتار کر لئے۔ علامہ سردار لشکر کے پاس گئے اور بہت سے قیدیوں کو جا کر چھڑا لائے۔[2]

۶۹۹ھ میں غازان خان نے بڑے زور شور سے شام کے حملہ کی تیاری کی قتلوشاہ اور مولائے جو اسکے سپہ سالار تھے فوجیں لے کر آگے بڑھے۔ یہ خبر سن کر علامہ ابن تیمیہ نے جا کر ان سے گفتگو کی اور ان کو اس ارادہ سے روکا ساتھ ہی جہاد کا سامان کیا۔ اور ہر قسم کی طیاریاں شروع کیں۔ اس وقت تو فتنہ فرو ہو گیا لیکن سال بھر کے بعد تاتاریوں کا سیلاب امنڈا۔ اور ہر طرف تاتاری فوجیں پھیل گئیں۔

۱ طبقات الحنابلہ۔ ۲ یہ تمام واقعات تاریخ ابن خلدون میں ہیں گو عربی جلد ۵ ذکر سلطنت ترک مصر۔

علامہ ۷۰۰ھ میں شہبکر مصر پہنچے۔ اور اعیان سلطنت سے مل کر ان کو جہاد کی ترغیب دی تمام شہر ان سے ملنے کے لئے آیا۔ یہاں تک کہ علامہ تقی الدین ابن دقیق العید جو امام المحدثین اور قاضی القضاۃ تھے۔ وہ بھی تشریف لائے مصر کے لوگوں کو آمادہ کر کے علامہ دمشق کو واپس گئے اور جہاد کی طیاریاں کیں[1]

۷۰۲ھ میں تاتاریوں نے پھر نہایت سر و سامان سے شام پر چڑھائی کی قتلوشاہ اور چوپان جو سردار فوج تھے پچاس ہزار فوج لے کر بڑھے۔ اس وقت شام سلطان ناصر کے قبضہ میں تھا۔ اسکو خبر ہوئی تو نہایت گھبرایا۔ ارکان دربار نے بھی ہمت ہار دی۔ علامہ ابن تیمیہ یہ حالات سن کر ڈاک میں شام سے مصر پہنچے اور بادشاہ سے مل کر نہایت بیباکی سے اسکو غیرت دلائی اور کہا کہ اگر تم اسلام کی حمایت نہ کرو گے تو خدا کسی اور کو بھیجے گا جو اس فرض کو انجام دیگا۔ اسکے بعد علامہ نے قرآن مجید کی یہ آیتیں پڑھیں

وان تتولوا يستبدل قوما غيركم ثم لا يكونوا امثالكم

اگر تم پیٹھ پھیر جاؤ گے تو خدا تمہارے بدلے اور قوم بھیجے گا۔ اور وہ تمہاری طرح ذلیل نہ ہوگی

علامہ نے جس دلیری اور بیباکی سے بادشاہ سے گفتگو کی۔ تمام لوگوں کو حیرت ہوئی۔ امام تقی الدین بن دقیق العید کو بھی ان کی جرأت اور لطف استنباط پر حیرت ہوئی۔ علامہ کو اس سفارت میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ سلطان ناصر شام کی طرف بڑھا۔ اور مرج الصفر میں جس کا دوسرا نام شقحب ہے۔ دونوں فوجیں معرکہ آرا ہوئیں بڑے زور کا رن پڑا بالآخر تاتاریوں کی تمام فوجیں برباد ہوگئیں۔ ابن تیمیہ اس معرکہ میں علامہ کی حیثیت سے ایک بہادر سپاہی نظر آتے تھے۔

غازان خان اور امرائے تاتار کی سفارتوں میں علامہ نے جس آزادی اور بیباکی سے سفارت کی خدمت انجام دی اسکا اندازہ اس سے ہوگا کہ ایک دفعہ جب سیف الدین قطلوخان کے پاس ایک شخص کی دادرسی کے لئے گئے تو قطلوخان نے استہزاءً کہا کہ آپنے کیوں تکلیف کی۔ آپنے کیوں نہ بلا بھیجا ہوتا۔ میں خود حاضر ہوتا علامہ نے کہا نہیں حضرت موسیٰ فرعون کے پاس جاتے تھے۔ فرعون حضرت موسیٰ کے پاس نہیں آتا تھا[3]

علامہ موصوف نے شیخ محی الدین اکبر وغیرہ کے متعلق متعدد رسالوں میں لکھا تھا کہ وہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں یعنی خدا اور مخلوقات سب ایک ہیں اور یہ مذہب اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس پر صوفیوں کے گروہ نے حاکم شام سے جا کر شکایت کی۔ اسکے فیصلے کے لئے ایک مجلس منعقد ہوئی علامہ پر جو الزام

۱ فوات الوفیات ۲ ابن خلدون اور طبقات الحنابلہ ۳ فوات الوفیات

گئے تھے وہ خلاف آیت ہوئے لیکن علامہ نے یہ تسلیم کیا کہ میں رسول اللہ کو
استغاثہ کرنے کو ناجائز سمجھتا ہوں۔ امیر لوگوں میں اختلاف رائے پیدا ہوا۔ بعض
کہتے تھے کہ اس میں کیا ہرج ہے۔ لیکن حاکم سبجامد نے کہا کہ یہ خلاف ادب ہے
فیصلہ یہ ہوا کہ مقدمہ قاضی کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہ احکام شریعت کے موافق
فیصلہ کریں۔ آخر سلطنت کی طرف سے یہ حکم صادر ہوا کہ علامہ کے سامنے دو
باتیں پیش کی جائیں۔ یا تو چند شرائط کے ساتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ یا اگر شرائط کے
قبول کرنے سے انکار ہو تو قید خانہ گوارا کریں۔

علامہ نے قید خانہ قبول کیا۔ لیکن ان کے جانبے جو دمشق سے ان کے
ساتھ آئے تھے اپنی طرف سے ذمہ داری کی کہ علامہ کو وہ شرطیں منظور ہیں۔ اس
بنا پر دمشق جانے کی اجازت ملی۔ اور علامہ ڈاک میں روانہ ہوئے۔ لیکن دوسرے
دن پھر واپس آنا پڑا اور امراء اور قضاۃ نے پھر ایک مجمع کیا۔ مختلف لوگ مختلف
رائیں دیتے تھے بعض نے قید کی رائے دی۔ قاضی مالکی نے کہا ان پر کوئی جرم
ثابت نہیں ہے نورالدین زواوی نے کہا اگر قید خانہ میں بھیجے جائیں تو وہاں
ان کی شان کے مناسب ان سے برتاؤ کیا جائے۔ لیکن اوروں نے کہا یہ نہیں
ہو سکتا۔ سلطنت اسکو منظور نہیں کر سکتی۔ قید خانہ میں عام قیدیوں کی طرح رہنا
ہوگا۔ غرض قید خانہ میں بھیجے گئے لیکن احترام قایم رہا۔ خدام کو ان کے ساتھ
رہنے کی اجازت دی گئی۔ ہر شخص ان کے پاس آنے جانے کا مجاز تھا۔ چنانچہ مشکل
مشکل فتوے لے کر لوگ آتے تھے اور علامہ ان کے جواب لکھتے تھے اکثر لوگ کسب
کی غرض سے ملنے جاتے تھے خاص ان کے یاران صحبت کو بھی آزادی حاصل تھی
بے تکلف ان سے ملتے تھے [1]

سلطان مظفر کی چند روزہ سلطنت میں قاہرہ سے اسکندریہ بھیج دیئے گئے
اور ایک وسیع خوش منظر برج میں نظر بند کئے گئے۔ لیکن یہاں بھی ہر طرح کی
آزادی حاصل تھی۔ نہانے کے لئے حمام میں بھی جا سکتے تھے۔ جب دوبارہ سلطان
ناصر کو غلبہ حاصل ہوا۔ اور سلطان مظفر قتل کر دیا گیا۔ تو سلطان نے حکم دیا کہ علا[مہ]
نہایت عزت و احترام کے ساتھ قاہرہ میں لائے۔ سلطان نے دربار میں بلایا۔

اور جب وہ آئے تو کھڑے ہو کر تعظیم دی۔
سلطان نے مجمع عام میں علامہ کی نہایت تعریف کی جس سے غرض یہ تھی
کہ لوگ ان کی مخالفت سے باز آئیں۔ سلطان نے یہ بھی ارادہ کیا کہ علامہ کے مخالفوں
کو سزا دلائے۔ چنانچہ خود علامہ سے مشورہ کیا۔ لیکن انہوں نے باز رکھا ابن
مخلوف جو علامہ کے قتل کے درپے تھے۔ اس موقع پر موجود تھے علامہ نے ان کی
بھی درگذر کی۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ابن تیمیہ جیسا جوانمرد نہیں دیکھا
ہم نے ان کے قتل کی کوشش کی۔ لیکن جب ہم پر ان کو قابو ملا تو معاف کر دیا۔
مہینہ بھر کے بعد سلطان نے پھر علامہ کو طلب کیا۔ اور ان سے ملاقات
کی سلطان کے حسن عقیدت کی وجہ سے علامہ کا آستانہ مرجع عام بن گیا۔
امراء ارباب فوج۔ درباری سب آتے تھے اور نہایت عزت و احترام سے ملتے تھے
لیکن بعضوں کو اس قدر عناد تھا کہ اس حالت میں بھی شرارت سے باز نہ آتے تھے۔
ان میں ایک بزرگ فقیہہ بکری تھے انہوں نے ایک دن علامہ کو اکیلا پا کر
گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ عدالت میں چلو۔ مجھکو تم پر استغاثہ کرنا ہے۔ زیادہ شور
و غل ہوا تو دربار سے لوگ جمع ہو گئے۔ فقیہہ صاحب بھاگ نکلے تھا[...]
یہ کہ ایک مدت بعد کسی بات پر سلطان ان سے ناراض ہوا اور حکم دیا کہ
ان کی زبان کٹوا دی جائے۔ علامہ کو خبر ہوئی سلطان سے سفارش کی [...]
آخر بات یہ معاملہ تھا کہ وہ فتوے نہ دینے پائیں۔
۷۱۲ھ سلطان تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے شام کو روانہ ہوا۔
علامہ بھی جہاد کی غرض سے ساتھ ہوئے۔ اور عسقلان تک ساتھ ساتھ آئے
یہاں سے بیت المقدس کی زیارت کے لئے گئے۔ زیارت سے فارغ ہو کر سات
برس کے بعد دمشق میں آئے۔ ان کے بھائی اور اکثر شاگرد بھی ساتھ تھے۔
شہر کے لوگوں کو خبر ہوئی۔ تو تمام شہر امنڈ آیا۔ بڑی دھوم دھام سے شہر میں
داخل ہوئے۔ اور جن مدارس میں درس دیتے تھے وہاں درس دینا شروع کیا۔
۷۱۸ھ میں علامہ نے حلف طلاق کے متعلق جمہور فقہا کے خلاف فتویٰ
ظاہر کی۔ اس پر پھر ہنگامہ برپا ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے پھر شکایت حکام سے کی
اور امن و امان قایم رہنے کی غرض سے بادشاہی فرمان صادر ہوا کہ علامہ فتویٰ
نہ دینے پائیں۔ شہر میں اسکی عام منادی کرا دی گئی۔ لیکن علامہ نے کہا
حق کا چھپانا جائز نہیں چنانچہ وہ عام طور پر فتوے دیتے رہے۔ بالآخر سلطان

۱؎ طبقات ابن رجب و درر کامنہ میں لکھا ہے کہ قاضی زین ابن مخلوف نے ان کو نائب السلطنت سے کہکر اسکندریہ کے قید خانہ میں بھجوایا تھا کہ کوئی ان سے ملنے نہ پائے۔ لیکن لطف یہ کہ جب قاضی صاحب نے یہ حکم بھجوایا تھا تو مرض الموت میں گرفتار تھے۔ حسن خاتمہ بغیر ایک کیونکر ہو سکتا تھا؟

۱؎ طبقات۔ ۲؎ درر کامنہ میں حافظ ابن حجر نے اسکو ۷۱۹ھ کا واقعہ

حکومت سے قید کئے گئے۔ اور قلعہ میں بہیجے گئے ۵ مہینے کے بعد ۱۲۱ھ میں رہائی ملی۔ اور بدستور پڑہنے پڑہانے میں مشغول ہوئے۔

لیکن جو عام نارضی پہیل چکی تہی اُسکی آگ رہ رہ کر سلگتی اور بہڑکتی تہی بیس برس پہلے علامہ نے ایک فتوے لکہا کہ صرف زیارت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا شرعاً ثابت نہیں۔ یہ فتوے ایک فتنہ خوابیدہ تہا جس کو موقع پاکر لوگوں نے جگایا۔ اور تمام شہر میں آگ سی لگ گئی۔ اٹھارہ بڑے بڑے فقیہائے علامہ کے کفر کا فتوے دیا۔ جنکے سرگروہ قاضی اخنائی مالکی تہے۔ چاروں مذہب یعنے حنفی۔ شافعی۔ مالکی حنبلی فقہا سے فتوے لیا گیا۔ سب نے بالاتفاق علامہ کی قید کا فتوے دیا۔ چنانچہ شعبان ۷۲۶ھ میں شاہی فرمان کی رو سے وہ دمشق کے قلعہ میں قید کر دیئے گئے ان کے بہائی شرف الدین اگرچہ مجرم نہ تہا لیکن ان کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ بہائی کو تنہا چہوڑ دیں۔ اپنی خوشی سے قید خانہ میں گئے۔ ۷۲۷ھ جمادی الاولی کو قید خانہ ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے جنازہ کی نماز قلعہ سے باہر پڑہی گئی۔ لیکن علامہ کو شرکت کا موقع نہ دیا گیا۔ مجبوراً علامہ نے قیدی کی حالت میں قلعہ کے اندر نماز ادا کی۔ چونکہ تکبیر کی آواز اندر تک آتی تہی۔ اسلئے نماز کے ارکان میں فرق نہ آیا۔ لیکن بہائی کا بہائی کے جنازہ میں نہ شریک ہوسکنے پر سب کو رقت آئی اور لوگ بہت روئے۔

قید کی حالت میں بہی علامہ کا پاس ادب ملحوظ رکہا گیا۔ انکے رہنے کو بہت اچہا کمرہ دیا گیا۔ کمرہ ہی میں پانی کا انتظام بہی تہا۔ خدمت کے لئے ایک خادم موجود تہا۔ علامہ نے یہاں نہایت اطمینان سے تصنیف و تالیف شروع کی قرآن مجید کے حقایق پر بہت کچہ لکہا۔ کہا کرتے تہے کہ مجہکو یہاں جو نکات اور حقایق خدا نے القا کئے کبہی نہیں کئے تہے۔ افسوس ہے کہ قرآن کے سوا اپنے اپنی رائے اور تصنیفات میں کیوں صرف کی جس مسئلہ پر علامہ کو سزا ملی تہی۔ اسکے متعلق علامہ نے نہایت مفصل مضامین لکہے احباب اور اہل فتوے کو خطوط اور رسالے بہی لکہتے رہتے تہے۔ یہ تحریریں ملک میں پہیلیں تو رفع فساد کے لئے حکم دیا گیا کہ علامہ کے پاس قلم دوات وغیرہ کوئی چیز نہ رہنے پائے۔ اسکے بعد علامہ نے جو سب سے اخیر تحریر لکہی وہ چند سطریں ہیں جن کا مضمون یہ تہا کہ مجہکو اگر پہلی سزا دیگئی تو وہ صرف یہی ہے۔ یہ سطریں علامہ نے کوئلے سے لکہی تہیں۔

اب علامہ ہمہ تن ذکر و عبادات، تلاوت قرآن۔ مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے۔ بالآخر بیمار ہوئے اور بیس دن بیمار رہکر دو شنبہ کی رات ذیقعدہ ۷۲۸ھ میں وہ آفتاب علم دنیا کی افق سے چہپ گیا۔ اور تمام عالم میں تاریکی چہاگئی

رفتم و از رفتن من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم

علامہ کی زندگی تک تو زمین اور آسمان ان کے دشمن تہے۔ لیکن جب انکے مرنے کی خبر پہیلی تو تمام ملک پر سناٹا چہاگیا۔ موذن نے جامع مسجد کے منار پر چڑہکر اعلان دیا۔ پولیس والوں نے برجوں سے منادی کی۔ دفعتہ تمام دوکانیں بند ہوگئیں نائب الحکومت کے پاس جاکر لوگوں نے تعزیت کی رسم ادا کی۔ ائمہ محدثین امام مزی وغیرہ نے غسل دیا۔ قلعہ میں کثرت کی وجہ سے تل دہرنے کی جگہہ نہیں رہی۔ قلعہ سے لیکر جامع مسجد تک آدمیوں کی بہیڑ لگی ہوئی تہی۔ شہر کا شہر اُمنڈا آیا۔ جامع مسجد سے قلعہ تک تہٹہہ لگ گیا۔ جنازہ جامع مسجد میں لاکر رکہا گیا ہجوم اور کشمکش سے بچا لینے کے لئے ہر طرف فوجیں متعین ہوگئیں سب سے پہلے قلعہ میں شیخ محمد تمام کی امامت سے نماز جنازہ پڑہی گئی۔ پہر جامع دمشق میں نماز ہوئی جب جنازہ چلا تو یہ کثرت تہی کہ کہوے سے کہوا چہلتا تہا۔ لوگ دور سے رومال عمامے چادر پہینکتے تہے کہ جنازہ سے چہو جائیں تو ان کو تبرک بنائیں۔

جنازہ سروں پر چلتا تہا اور آگے بڑہ بڑہ کر کشمکش سے پیچہے ہٹ ہٹ جاتا تہا۔ ہرچند پہلے سے کچہ اطلاع نہ تہی۔ فقہا اور مفتیوں نے شہر کو علامہ کا دشمن بنا دیا تہا۔ تاہم ڈہائی لاکہہ آدمی جنازہ کے ساتہہ تہے جن میں پندرہ ہزار عورتیں تہیں۔ رستہ میں لوگ زار زار روتے جاتے تہے۔ پردہ نشین عورتیں بالاخانوں اور کوٹہوں پر جنازہ کی طرف منہ کر کے نوحہ کرتی تہیں۔ نماز میں صف قایم نہ رہ سکی صف سے صف اس طرح پیوستہ تہی کہ بیٹہنا تک ناممکن تہا۔ اسی حالت میں ایک شخص نے پکارا کہ اہل سنت کا جنازہ یوں اٹہتا ہے۔ اسپر مجمع کا مجمع چیخ اٹہا اور تمام فضا گونج اٹہی۔ علامہ کے بہائی زین الدین نے نماز پڑہائی۔ اور مقبرہ صوفیہ میں اپنے بہائی شرف الدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اسوقت دہلی اور ... نہ تہے۔ لیکن تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر پہیل گئی اور ہر جگہہ غایبانہ نمازیں پڑہی گئیں۔ مسافروں نے بیان کیا کہ چین میں ان کے جنازہ کی نماز پڑہی گئی۔ اور منادی یہ پکارتا تہا کہ "الصلوۃ علی ترجمان القرآن" (مترجم قرآن کی نماز)۔ (باقی آیندہ)

(منقول از الندوہ)

سلہ فوات الوفیات۔ سلہ یہ تمام حالات طبقات ابن رجب اور فوات الوفیات سے لئے گئے ہیں۔

سلہ طبقات سلہ طبقات ذکر عبداللہ بن عبدالحلیم شرف الدین۔

ahmadimuslim.de

مذاکرۂ علمیہ

خطبہ جمعہ و عیدین

اسکی اصل وضع شرعی یہی معلوم ہوتی ہے کہ جمعہ اور عیدین میں جو مختلف محلات کے مسلمان یکجگہہ جمع ہو جاتے ہیں اون کو نیک باتیں اور امور کے احکامات سنائے جائیں۔ اور نرمی اور کچھ گرمی کے ساتھ ترغیب و ترہیب کے بیانات کئے جائیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خطبات پر نظر ڈالنے سے یہ امر بخوبی سمجھا جاتا ہے کہ آپ کا ہمیشہ اسی طرح کا دستور رہا۔ کبھی سورۂ قاف تلاوت فرما کر بعث و نشر و مواعظ شدیدہ و زجر اکشید سے لوگوں کو تنبیہ فرماتے۔ اور کبھی سورۂ ملک پڑھکر معاد و معاش کے بیان سے آگاہ فرماتے۔ اور کبھی جنت اور اہل دوزخ کا حال بیان فرماتے۔ کبھی جنت کے ترک پر وعید سناتے۔ کبھی قیامت کے قرب کا حال سناتے۔ اثنائے وعظ میں کبھی آپکی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ آواز بلند ہو جاتی۔ غصہ بڑھ جاتا غرض مختلف مضامین کو مختلف عنوان سے اچھی طرح بیان فرماتے۔ اس دستور العمل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کی وضع وعظ و نصیحت پر ہے اور ظاہر ہے کہ وعظ و نصیحت اسی وقت کارگر ہو سکتی ہے جبکہ اسکے سننے والے اسکو سمجھیں بھی۔ ورنہ محض بیکار اور سفاہت کی دوسری کہی جائیگی۔ اور لوگوں کا یوں ہونہہ تاکتے رہنا اور کچھ نہ سمجھنا باعث وحشت ہوگا مثلاً کسی دیہات میں کوئی مولانا بغرض ہدایت تشریف لیجائیں۔ اور وہاں سوا عربی کے دوسری بولی ہی نہ بولیں تو وہاں کیا ہدایت ہو سکتی ہے یا مثلاً کسی اجنبی بنگالی کے رستہ میں سانپ یا شیر ہو اور اس بیچارے کو معلوم نہ ہو۔ اور کوئی بنگالی ہی مولانا اسکو دیکھکر فرمائیں۔ ایاک والاسد یا ایاک والحیۃ۔ تو کیا مولانا کی اس خیر خواہانہ کلام سے وہ بیچارہ اپنے دشمن کو محذور سمجھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بلالحاظ اسیطرح چلا جائیگا اور خطرہ میں پڑیگا بس بلا فرق اسی طرح وہ خطبہ بھی ہوگا۔ جو سامعین کی غیر زبان میں ہو۔ لہذا خطبہ میں مذکرین اور سامعین کا اعتبار اور لحاظ ضروری ٹھہرا۔ اور خطبہ ذکر اور تذکیر دونوں سے عبارت ہے حدیث یقرء القرآن و یذکر الناس اسپر صریح دلیل ہے۔ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اگر حاضرین جمعہ کل کے کل انگریز ہوں اور سوا انگریزی کے دوسری زبان جانتے ہی نہ ہوں تو کیا ان کو سمجھانے کے لئے انہیں کی انگریزی میں دارم درم خطبہ پڑھا جائے۔ اگر ایسا ہے تو خطبہ کے اندر نہایت عیب کی بات ہے میں کہتا ہوں کوئی عیب نہیں ہے جس زبان کو جو سمجھے اسی زبان میں اسکو سمجھانا بہتر ہے مثلاً ملک عرب کا کوئی طالب علم بغرض تحصیل ہندوستان آوے اور ایک حرف بھی ہندی نہ جانتا ہو۔ تو اسکو اسی کی زبان عربی میں سمجھانا بہتر ہے۔ اور ہندی میں عیب ہے وبالعکس۔ بعض لوگ سامعین کی زبان میں خطبہ پڑھنے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اسکی اجازت دیجاوے۔ تو یقیناً خطبہ نماز سے دراز ہو جائیگا۔ حالانکہ فرمان نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اطیلوا الصلوۃ واقصروا الخطبۃ و ان من البیان لسحرا کے سراسر خلاف ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر انصاف سے غور سے کام لیا جائے تو بہت اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ خطبہ کو سامعین کی زبان ہی میں کہنا چاہیے۔ کیونکہ آپ ہی تو اسکے واضع ہیں۔ آپ خوب سمجھتے تھے کہ خطیب جب مختلف بیان کرنے لگیگا تو خواہ مخواہ کچھ دیر ہو جائیگی اور جمعہ جماعات میں اکثر بیچارے غرباء ہی شریک ہوتے ہیں۔ (امراء کے تو قیلولہ کا وقت رہتا ہے) اور یہ بیچارے کاروبار چھوڑ کے ہیں۔ دیر کرنے سے ان کا حرج بھی ہوگا۔ اور اسلئے فرض نماز میں بھی دیر ہو جائیگی۔ لہذا فرمایا کہ خطبہ کو چھوٹا کیا کرو۔ تھوڑا ہی بیان جادو کا کام دیتا ہے۔ اس اخیر جملہ سے بھی پہلے مضمون کی تائید ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس جملہ سے اثر دکھانا مقصود ہے اور اثر بدون سمجھے نہیں ہو سکتا۔ اور نماز میں چونکہ اسکے برعکس ہوا کرتا ہے چنانچہ صل فانک لم تصل والی حدیث اسپر شاہد عدل ہے۔ اسلیے آپنے نماز کے بارہ میں فرمایا کہ اسکو طول دیا کرو۔ تو چونکہ ایک میں افراط اور ایک میں تفریط کا گمان غالب تھا۔ اسلئے جس میں گھٹا دینے کا گمان تھا اسکو بڑھانے کا حکم فرمایا اور جس میں بڑھا دینے کا احتمال تھا اسکو گھٹانے کا حکم فرمایا۔ تاکہ دونوں حد اعتدال اور میانہ روی پر آجاویں۔ اور یہی ہمیشہ آپ کا دستور العمل رہا۔ چنانچہ جابر بن سمرہ کا بیان ہے کانت صلوتہ قصدا و خطبتہ قصدا ہم کو بعض حضرات المنیر مقلدین پر سخت تعجب ہوتا ہے جو اپنے رسالوں میں یہ لکھدیتے ہیں کہ غیر عیدین جو خطبہ جمعہ کو غیر زبان عربی میں جائز بتاتے ہیں وہ مکروہ تحریمی اور بدعت سیئہ ہے۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ازمنہ ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں اسکا وجود نہیں تھا۔ اور یہی حضرات انہیں رسالوں میں مجلس مولود کی نسبت یہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اسکا وجود بھی ازمنہ ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں نہیں تھا مگر چونکہ ہمکو علمائے دین نے مستحسن لکھا ہے لہذا یہ مستحسن ہے

ahmadimuslim.de

ناظرین! خود ایسے لوگوں کے تفقہ کا اندازہ کرلیں۔ میں کہتا ہوں کسی چھوٹے سے چھوٹے دیندار عالم نے اسکو مستحسن نہیں لکہا ہے بلکہ بعضے اسکو بدعت لکہا ہے خلاف وعظ فی الخطبہ کے اسکو اکثر علمائے دین نے قدیماً وحدیثاً مشروع اور جائز لکہا ہے بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو آئمہ اربعین میں سے ہیں مذہب امام میں یہ تو وعظ فی الخطبہ کو وجوب فرماتے ہیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں تحت حدیث یقرا آیات ویذکر الناس فرماتے ہیں۔ استدل بہ علی مشروعیۃ القراۃ والوعظ فی الخطبۃ وقد ذہب الشافعی الی وجوب الوعظ وقراۃ آیۃ والی ذلک ذہب الامام یحیی۔ (والسلام)

حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو النعمان عبد الرحمن الاعظمی المؤی

از کلکتہ مدرسہ دار الہدی ناخدا بازار

قادیانی تواریخ

کے عنوان سے اہل حدیث مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۲۶ھ میں راز دان "نے میرزائے قادیانی آنجہانی کی وفات کے متعلق چند تاریخیں چھپوائی ہیں۔ ایک مادہ تاریخ مجھے بہی سوجہ گیا ہے جو بسبیل تفنن طبع اہلحدیث میں درج ہونے کی غرض سے خدمت عالی میں بہیجتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ آپکے ناظرین کی لطافت طبع اس مادہ کے استخراج کی متحمل ذرا مشکل ہی سے ہوگی۔ کیونکہ اس میں اس خلط کا غلبہ ہے جس کی تحریک سے مرزاجی علی رغم انف حکیم الامت دار البوار کو فرار ہوگئے۔ لیکن مثل مشہور ہے کہ "جیسی روح ویسے فرشتے" اسی خیال سے تاریخ بہی ویسی ہی کہی گئی۔ امید ہے کہ بحکم کرمفرما جناب ایڈیٹر الحکم اپنے آسمانی صحیفہ میں ضرور اسکا اقتباس فرمائینگے

وہو ہذا

میرزائے قادیانی مرگیا — احمدی فرقہ کا بانی مرگیا

ہوگیا اسلام کا اک رخنہ بند — سنتے ہیں دجال ثانی مرگیا

اسکے الہامات تہے سب مہملات — کرتے کرتے یاد خوانی مرگیا

وصل تہا بیٹے کی سالی کا محال — سنکے اسکی لن ترانی مرگیا

لیکے اپنے دل کے اندر سینکڑوں — آرزوئے جوانی مرگیا

چہوڑ کر اپنے مریدوں کو یہیں — گو ابہی تہی زندگانی مرگیا

آئی شامت۔ کی ثناء اللہ سے — سنکر اسکے چیلنج خانی مرگیا

اس تحدی پر تضاد کی جہاں — فیصلہ تہا آسمانی مرگیا

کرتے ہیں مرزائی تاویلیں عبث — آئی مرگ ناگہانی مرگیا

رات کو ہیضہ کیا اور صبح کو — قادیانی پیر فانی مرگیا

جب ہوا تاریخ کا مجہکو خیال — ساری تاریخوں کا بانی مرگیا

"واو" دی ہاتف نے جب میں نے کہا
گہتے گہتے قادیانی مرگیا

۹ + ۱۳۱۷ = ۱۳۲۶ھ

راقم "نقاش"

قابل توجہ اہل حدیث کانفرنس

کے عنوان سے ۲۱ اگست کے اخبار اہل حدیث میں کچہہ خامہ فرسائی کی تہی۔ اس میں جناب مولوی ابو المکارم صاحب مؤی کی نسبت جو کچہہ میں نے لکہا تہا یعنی اُن کا "انشاء" سے ارتباط پیدا کرلینا اور اہل حدیث کا مخالف ہوجانا۔ وہ بعض لوگوں کے بیان اور خبر دینے پر وثوق کر لینے کی وجہ سے تہا۔ مگر بعد کو مجھے اس خبر کے متعلق ہونے میں چند وجوہ سے شبہ پیدا ہوگیا ہے اسلئے تا تحقیق ثانی میں اس مضمون کو جو دربارہ جناب مولوی صاحب ممدوح لکہہ چکا ہوں واپس لیتا ہوں۔

الملتمس مولوی محمد ابو القاسم۔ دارانگر بنارس

استفسار

براہ مہربانی کوئی صاحب اطلاع دیں کہ مذہب بابی کے رد میں اردو زبان میں کون کونسی کتاب لکہی گئی ہے کیا قیمت ہے اور کس جگہہ سے مل سکتی ہے۔

المستفسر محمد ادریس خان مؤی محلہ جالندہری سرائے بدایوں

النجم

ایک زبردست اخبار شیعوں کے مقابلہ میں لکہنؤ سے مہینے میں چار دفع نکلتا ہے اسکے زبردست مضامین نے شیعی دنیا میں کہلبلی ڈالدی ہے۔ اہل سنت کے لئے مضبوط ڈہال ہے۔ علاوہ اخباری مضامین کے کسی نہ کسی مستند کتاب کا ترجمہ بہی چہپا کرتا ہے جو ہم ۴ صفحے۔ باوجود اسکے سالانہ قیمت للعہ

پتہ مولوی عبد الشکور لکہنؤ۔ مطبع احمد المطابع

ahmadimuslim.de